OPEN ACCESS
SUJRIS
﴾ Swat University Journal of Religious & Islamic Studies ﴿
ISSN: 2959-5509
www.sujris.uswat.edu.pk

SUJRIS
Vol.:3, Issue: 2, Jul - Dec 2025 PP: 14-27

متن حدیث پر تنقید کے معیارات عہد صحابہ کرامؓ میں

Standards of Criticism on Ḥadīth Texts in the Era of the Companions

Dr. Fazal Wadood
Associate Professor, Faculty of Islamic Studies, Government Ghazi Umar Khan Degree College, Samarbagh

Dr. Inayat Ullah
Assistant Professor, Government College of Management Sciences, Timergara (Lower Dir),
Email: Islahi313@gmail.com

Abstract

A Hadith consists of two main parts: Isnad (Chain of Narrators) the sequence of transmitters through whom the Hadith has been passed down from one person to another. Matn (Text) the actual content or wording of the Hadith. It is commonly assumed that if the isnad is sound and reliable, then the Matn must also be authentic. However, according to the scholars and critics (naqqad) of Hadith, this is not necessarily the case. Sometimes it happens that all the narrators in the isnad are trustworthy and the chain appears to be correct on the surface, yet there is still some hidden defect ('illah – concealed flaw or weakness) in the Matn of the Hadith. During the era of the Companions of the Prophet (Sahaba), some Hadiths were criticized for this very reason – that their Matn *(text) was not sound. Therefore, it is important to bring forth and understand the criteria used during the time of the Sahaba for examining and evaluating such Hadiths.*

Keywords: *Hadith, Matn, sanad, era of the Companions, Criticism.*

CC BY

اہمیت موضوع

سند اور متن حدیث کے دو بنیادی ستون ہیں۔عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اگر سند ٹھیک ہو تو متن بھی ضرور ٹھیک ہو گا مگر علوم حدیث کے ماہرین اور نقاد کے ہاں یہ تلازم ٹھیک نہیں ہے کبھی اس طرح بھی ہوتا ہے کہ سند ٹھیک ہو گا مگر متن میں کوئی نہ کوئی علت ضرور ہو گا مطلب صحت اسناد صحت متن پر دلیل نہیں ہو سکتا. عہد صحابہ کرام میں کچھ احادیث پر اسی وجہ سے نقد کیا گیا تھا کہ وہ متن کے لحاظ سے ٹھیک نہیں تھیں لہٰذا اس بات کی زیادہ ضرورت ہے کہ صحابہ کرام کے دور کے وہ معیارات سامنے لا جائے جن کے تحت ایسی احادیث کو جانچ پرکھ کی گئیں ہیں۔

موضوع کو اختیار کرنے کے اسباب

1- نقد حدیث کے مفہوم کو واضح کرنا

2- حدیث کے اخذ میں صحابہ کرام کا احتیاط کو بیان کرنا۔

3- نقد حدیث کے حوالے سے صحابہ کرام کے معیارات سے آگاہی حاصل کرنا۔

اشکالات بحث:

یہ بحث اصل میں درج ذیل اشکالات کا حل دیتا ہے۔

۔نقد متون حدیث سے کیا مراد ہے؟

۔کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نقل حدیث میں غیر محتاط تھے، وہ جو کچھ بھی سنتے تو بغیر تحقیق کے نقل کرتے؟

۔کیا صحابہ کرامؓ کو فہم حدیث کے سلسلہ میں خطا، وہم، نسیان اور غلطی ہو سکتی تھی؟

۔کیا صحابہ کرامؓ نے متن حدیث کے مفہوم اور حقیقت معلوم کرنے اور اسے دوسری متن سے موازنہ کیا ہے یا اسی طرح لیا ہے؟

۔متن حدیث پر نقد اور اسے جانچ اور پرکھ کرنے کے معیارات صحابہ کرامؓ کے ہاں کیا تھیں؟

نقد متون حدیث کا مفہوم:۔

تنقید نقّد ینقّد نقدا سے تفعیل کا صیغہ ہے، نقد کا لغوی معنی ہے الابراز والتمییز، کسی چیز کو ظاہر اور ممیّز کرنے کے ہے۔ابن فارس کا کہنا ہے کہ اصل مادہ نون، قاف اور دال ہے جو کسی چیز کو ظاہر کرنے کے معنی پر دلالت کرتا ہے [1]۔علامہ زبیدی کا کہنا ہے کہ نقد کا مطلب ہے

کھرے اور کھوٹہ سکوں کی جانچ پڑتال اور کھرے کو کھوٹہ سکوں سے جدا اور الگ کرنا [2]۔اس کا اصطلاحی مفہوم ہے:

هو تميز الاحاديث الصحيحة من السقيمة،،والحكم على رواتها تجريحا او تعديلا بالفاظ مخصوصة ودلائل معلومة [3]،

صحیح احادیث کو سقیم (ضعیف) احادیث سے ممتاز کرنا اور اس کے رواۃ پر مخصوص اور علمی دلائل سے جرح و تعدیل کرنا نقد حدیث کہلاتا ہے۔ متن متون کا مفرد ہے، لغت میں متن کے معنی ایسی زمین جو سخت ہو کے آتے ہیں [4]۔اصطلاح میں اس سے مراد وہ کلام ہے جہاں سلسلہ سند ختم ہو جائے اور نص حدیث شروع ہو جائے [5]۔

نقد متن حدیث معاصر دور کا ایک جدید اصطلاح ہے، معاصر اہل علم نے تتبع اور استقرا کے بعد طے کیا ہے کہ یہ اصطلاح درج ذیل معانی میں مستعمل ہوتا ہے۔

1۔ متن حدیث اور اس کے معارض میں موافقت پیدا کرنا، خواہ اس نص حدیث کا معارض حدیث ہو یا آیت ہو یا کوئی قاعدہ ہو، یا کوئی عقلی صحیح فکر۔

2۔ کچھ متون احادیث کو کچھ پر ترجیح دینا۔

3۔ کسی مقبول حدیث پر اس وجہ سے عمل نہ کرنا کہ اس سے جو مفہوم نکلتا ہے وہ کسی نص یا عقل صحیح کا مخالف ہے۔

4۔ کسی ایسی حدیث کو جو سند صحیح کے ساتھ نقل ہو اس وجہ سے رد کرنا کہ اس کا محتوی کسی دوسری نص، عام قاعدہ، یا کسی مفہوم عقلی صحیح سے متصادم ہے [6]

تمہید

بیشک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی وہ لوگ تھے جنہوں نے براہ راست آپؐ سے فیض حاصل کیا، وہ صحبت نبوی علیہ السلام کی اہمیت سے واقف بھی تھے اور اس میں بہت زیادہ حریص بھی تھے۔قرآن کریم کے علاوہ وہ حدیث کی اہمیت سے بھی غافل نہیں تھے۔ان کو بخوبی اس حدیث کا علم تھا جس میں آپؐ نے طالب حدیث کے لئے دعا کی ہے۔

(نضر اللہ إمرأ سمع مقالتي فوعاها وحفظها وبلغها)۔[7]۔

یعنی یہ کہ اللہ اس شخص کو تروتازہ رکھے جو مجھ سے کوئی حدیث سنے پھر اسے اچھی طرح یاد رکھ کر اسے دوسروں کو پہنچادے۔اس لئے وہ اس کوشش میں تھے کہ ہر کوئی بذات خود مجلس نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر حدیث یاد کرلے، کچھ نصائح لے کر چلے۔کبھی مدینہ سے باہر وفود آتے تھے اور کچھ احکامات لیکر واپس چلتے جیسا کہ وفد عبدالقیس نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا[8]۔اگر بذات خود شریک نہ ہو سکتا تھا تو بعض اوقات اپنی اپنی باری مقرر کردیتا جیسا کہ حضرت عمرؓ سے روایت ہے فرماتا ہے کہ ہم (میں اور میرا پڑوسی) بنی امیہ بن زید کے گاوں میں جو کہ اطراف مدینہ میں تھا، رہتے تھے۔ ہم یعنی وہ اور میں باری باری آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اور پھر ایک دوسرے کو نازل شدہ وحی کی اطلاع اور تعلیم دیتے تھے[9]۔ان میں بعض وہ تھے جو خود رسول اکرم ﷺ سے براہ راست سوال پوچھنے میں تو حیا کرتا تھا مگر کسے دوسرے صحابی کا سہارا لیکر ان کے وساطت سے سوال پوچھتا تھا، حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں زیادہ مذی والا آدمی تھا، میں نے آپؐ سے پوچھنے میں شرم کی کیونکہ آپؐ کی صاحبزادی میری نکاح میں تھیں تو میں نے مقداد بن اسودؓ سے (پوچھنے کو) کہا، انہوں نے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ اپنی شرمگاہ کو دھوڈالے اور وضو کرے[10]۔

کچھ صحابہ کرامؓ کے شوق حصول علم کی حالت یہ تھی کہ وہ مدینہ کی طرف دور دراز سے سفر کرتے اور نبی اکرم ﷺ کے ہاں کچھ مدت کے لئے قیام کرتے، حضرت مالک بن الحویرثؓ فرماتے ہے کہ میں آپؐ کی خدمت میں اپنی قوم (بنی لیث) کے چند آدمیوں کے ساتھ پیش ہوا اور میں نے آپؐ کی خدمت میں بیس راتوں تک قیام کیا۔آپؐ بڑے رحم دل تھے۔جب آپؐ نے ہمارے اپنے گھر پہنچنے کا شوق محسوس کرلیا تو فرمایا کہ اب تم جاسکتے ہو[11]۔عورتوں کے لئے بھی ان کی درخواست پر وعظ اور نصیحت کے لئے کچھ خاص ایام مقرر تھیں، نبی اکرمؐ سے روایت ہے کہ ایک عورت آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور

کہا: یارسول اللہؐ ! کہ مردوں کی طرح ہمارے لئے بھی آپ کوئی دن اپنی طرف سے مخصوص کیجئے گا جس میں ہم آپ کے پاس آئیں اور آپ ہمیں وہ تعلیمات دیں جو اللہ نے آپ کو سکھائی ہیں۔آپؐ نے فرمایا کہ فلان دن فلان جگہ جمع ہو جاؤ۔ چناچہ عورتیں اکھٹے ہوئیں اور آپؐ ان کے پاس آئے اور جو کچھ اللہ تعالی نے آپؐ کو سکھایا تھا، اس کی انہیں تعلیم دی[12]۔

تاہم صحابہ کرامؓ روایت حدیث میں آز حد محتاط تھے وہ ہر سنی سنائی بات پر عمل بھی نہیں کرتے اور نہ اس کو نقل کرتے، روایت حدیث میں تثبت اور احتیاط ان میں بدرجہ اتم موجود تھا کیونکہ وہ اس حدیث سے باخبر تھے جس میں آپؐ نے روایت حدیث میں قصدا جھوٹ بولنے کی سزا جہنم قرار دی ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جو اصحاب مکثرین میں سے ہیں روایت حدیث میں اپنی احتیاط بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں مجھے تم سے بکثرت حدیثیں بیان کرنے سے آپؐ کا یہ فرمان روکتا ہے کہ جس نے مجھ پر قصدا جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے[13]۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے زمانہ نبوت ہی سے روایت حدیث میں بہت احتیاط سے کام لیا تھا، ان میں سے بعض کا وطرہ یہ تھا کہ اپنے دوست صحابی سے حدیث سننے کے باوجود آپؐ سے استفسار کرتا، حضرت عمرؓ بیان کرتے تھے کہ میں نے ہشام بن حکیم بن حزامؓ کو سورۃ الفرقان ایک دفعہ اس قراءت سے پڑھتے سنا جو اس کی خلاف تھی جو میں پڑھتا تھا۔ حالانکہ میری قراءت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھائی تھی، قریب تھا کہ میں فوراہی ان پر پکھ کر بیٹھوں، لیکن میں نے انہیں مہلت دی کہ وہ نماز سے فارغ ہولیں۔ اس کے بعد میں نے ان کے گلے میں چادر ڈال کر ان کو گھسیٹا اور آپؐ کی خدمت میں لے آئے۔ میں نے آپؐ سے کہا کہ میں نے انہیں اس قراءت کے خلات پڑھتے سنا ہے جو آپ نے مجھے سکھائی ہے۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ پہلے انہیں چھوڑدے۔ پھر ان سے فرمایا کہ اچھا اب تم قراءت سناؤ۔ انہوں نے وہی اپنی قراءت سنائی۔ تو آپؐ نے اس کی تصویب فرمائی۔ اس کے بعد مجھ سے آپؐ نے مجھے حکم دیا کہ آپ سنائے۔ جس پر آپ ﷺ نے اس کی بھی تصویب فرمائی۔ قرآن سات قرآتوں میں نازل ہوا ہے تم کو جس میں آسانی ہو اسی طرح سے پڑھ لیا کرو[14]۔ حضرت عمرؓ نے ہشام بن حزامؓ کو آپؐ کے پاس لے آئے اور جس قراءت سے وہ قرآن پڑھتا اس کے بارے میں حضرت عمرؓ نے خود نبی علیہ السلام سے تحقیق کی۔

حضرت ابوذرؓ نبی مہربانؐ سے نقل کرتے ہے: (عنقریب میری امت سے ایسی لوگ ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن وہ اس کے حلق سے متجاوز نہ ہو گا اور وہ دین سے اس طرح نکل جائے گی جیسا تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے پھر وہ دین میں نہ لوٹے گی وہ مخلوق میں سب سے زیادہ شریر اور بدکردار ہو گی۔ عبداللہ بن صامت بیان کرتے ہے کہ اس کے بعد میں رافع بن عمرو غفاری سے ملا جو حکم غفاری کے بھائی ہے اور کہا وہ حدیث جو میں نے حضرت ابوذرؓ سے سنی ہے اور انہیں وہ حدیث بیان کیا تو انہوں نے کہا میں نے خود آپؐ سے یہ حدیث سنی تھی[15]۔ اس میں عبداللہ بن صامت اس حدیث کے بارے میں جستجو کرتا ہے، رافع بن عمرو غفاریؓ عبداللہ بن صامت کو مطمئن کراتا ہے کہ اس حدیث کو میں نے بھی آپؐ سے سنا ہے۔

کبھی صحابہ کرامؓ راوی حدیث سے روایت حدیث پر گواہ پیش کرنے کا مطالبہ بھی کرتا، مغیرہ بن شعبہؓ نے بیان کیا کہ عمر بن خطابؓ نے عورت کے املاص کے بارے میں (صحابہ سے) پوچھا۔ یہ اس عورت کو کہتے ہیں جس کے پیٹ پر مار دیا گیا (جبکہ وہ حاملہ ہو) ہو اور اس کا ناتمام (ادھورا) بچہ گر گیا ہو۔ عمرؓ نے پوچھا آپ لوگوں میں سے کسی نے رسول اللہؐ سے اس کے بارے میں

کوئی حدیث سنی ہے؟میں نے کہا کہ میں نے سنی ہے پوچھا کیا حدیث ہے؟میں نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریمؐ سے سنا ہے کہ ایسی صورت میں ایک غلام یا باندی تاوان کے طور پر ہے۔ عمرؓ نے کہا کہ تم اب چھوٹ نہیں سکتے یہاں تک کہ تم نے جو حدیث بیان کی ہے اس سلسلے میں نجات کو کوئی ذریعہ (یعنی کوئی شہادت کہ واقعی نبی کریم ﷺ نے یہ حدیث فرمائی تھی) لاؤ۔ پھر میں نکلا تو محمد بن مسلمہؓ مل گئے اور میں انہیں لایا اور انہوں نے میرے ساتھ گواہی دی کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کو فرماتے سنا ہے کہ اس میں ایک غلام یا باندی کی تاوان ہے[16]۔اس حدیث میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مغیرہ بن شعبہؓ کو گواہ پیش کرنے کا کہا پس اس نے محمد بن مسلمہ کو بطور گواہ پیش کیا اور اس نے یہ گواہی دی کہ اس نے اس حدیث کو مغیرہ بن شعبہ کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔اس گواہی سے حضرت عمرؓ کو مزید اطمینان نصیب ہوا۔روایت حدیث میں احتیاط اور تثبت کو صحابہ کرام یہاں تک لے گئے کہ وہ متن حدیث کے حوالے سے بھی بہت محتاط رہیں۔ صحابہ کرامؓ نے متن حدیث کو من وعن قبول کرنے کے بجائے اس پر جرح بھی کیا اور اس کی قبولیت کے لئے کچھ معیارات بھی مقرر کئے۔انہوں نے جس متن کو قبول نہیں کیا اس کی کئے وجوہ بیان کئے گئے ہیں اور وہ یہ کہ شاید راوی سے بھول چوک ہوا ہو، یا راوی خطا ہو گیا ہو، یا شاید راوی کو منسوخ کے بارے میں علم نہ ہو، یا راوی کو حدیث کا صحیح فہم نہیں ہوا ہے۔ یا شاید راوی کو حدیث کے سبب ورود کے بارے میں علم نہ ہو جس کی وجہ سے اس نے متن حدیث کو صحیح طور پر نہیں سمجھا ہے۔ان وجوہات کی وجہ سے صحابہ کرامؓ نے ضرورت محسوس کی ہے کہ احادیث کے متون کو پرکھا جائے۔ متن حدیث پر تنقید کے لئے انہوں نے مختلف معیارات اور میزان استعمال کئے، جس میں چند مشہور معیارات یہ ہیں۔

پہلا معیار: حدیث کو قرآن پر پیش کرنا

صحابہ کرام کے نزدیک قرآن کریم کو پہلی فوقیت حاصل تھی اس لئے انہوں نے ان احادیث کو قبول نہیں کیا جو قرآن کریم کے مخالف تھیں بلکہ انہوں نے ان احادیث کو راوی کی وہم اور غلطی پر محمول کیا اور ان پر عمل کرنا چھوڑ دیا کیونکہ وہ نص قرآنی کے مخالف تھیں۔ظاہر ہے کہ اس کا مطلب رسول اللہؐ کے حکم کو رد کرنا نہیں تھا قرآن اور سنت صحیحہ دونوں اللہ کی طرف سے ہیں، دونوں باہمی مختلف اور باہم ٹکراو نہیں ہو سکتے، پس ماننا پڑے گا کہ ایسی حالت میں راوی سے سہو ہو گیا ہے یا اس سے بھول چوک ہو گیا ہے، یا بات کو پوری طرح سمجھ میں نہیں پائی ہے، یا صحابی نے لفظ نبی علیہ السلام سے وہ معنی مراد لیا ہو گا جو نبی علیہ السلام کا مراد نہ تھا۔ان معیار کی توضیح درج ذیل مثالوں سے ہو جائے گی۔

1۔مردہ کو ان کے اہل کی رونے پر سزا

روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت صہیب کو کہا: تم مجھ پر روتے ہو حالانکہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے: (مردہ کو ان کے اہل خانہ کے رونے پر عذاب دیا جاتا ہے) [17]. حضرت عبد اللہ بن عباس کہتا ہے کہ جب حضرت عمر وفات پا گیا تو کسی نے ان کا یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سنایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگی: اللہ حضرت عمر پر رحم کرے، رسول اللہؐ نے اس طرح نہیں فرمایا تھا کہ مومن مردہ کو ان پر کسی کو رونے پر عذاب دیا جاتا ہے بلکہ رسول اللہؐ نے اس طرح فرمایا تھا کہ اللہ تعالی کافر کو ان کے اہل خانے کے رونے پر عذاب میں اضافہ فرماتا ہے۔ پھر حضرت عائشہ رض نے قرآن سے استدلال کی کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

(ولاتزروازۃ وزر اخری[18].)

کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا، مطلب یہ ہوا کہ اس میں مردے کا کیا قصور ہے؟۔ابن ابی ملیکہ فرماتاہے کہ اللہ کی قسم،اس کے بعد عمر رض نے کچھ نہ کہا[19]۔دوسری روایت میں ہے حضرت عائشہ رض نے فرمایا: اللہ ابو عبد الرحمٰن کی بخشش کرے وہ جھوٹا نہیں ہے مگر اس سے بھول چوک ہوگیا ہے یا اس سے خطا ہوگیا ہے،اصل واقعہ یہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی عورت کے پاس سے گزر گیاجو اس پر لوگ روتے تھے تو رسول علیہ السلام نے کہاکہ لوگ تو اس پر روتے ہیں حالانکہ ان کو قبر میں عذاب ہورہاہے[20]۔

2-کیارسول علیہ السلام نے اللہ تعالی کو دیکھا ہے؟

عکرمہ سے روایت ہے کہ ابن عباسؓ نے کہا: نبی اکرمؐ نے آپنے رب کو دیکھا ہے۔عطاء سے روایت ہے کہ ابن عباسؓ نے کہا: محمدؐ نے آپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے([21]۔دوسری طرف حضرت عائشہ رض انکار کرتی ہے کہ رسول علیہ السلام نے رب کو نہیں دیکھا ہے ان کا کہنا ہے کہ :

(من زعم أن محمدا رأى ربه فقد أعظم،ولكن رأي جبريل فى صورته وخلقه[22]

جس نے یہ خیال کیا کہ محمد علیہ السلام نے آپنے رب کا دیکھا ہے تو اس نے بڑی بات کی، نبی علیہ السلام نے جبریل (علیہ السلام) کو آپنی صورت اور خلقت میں دیکھا ہے۔حضرت عائشہ رض نے دلیل میں قرآن پیش کی، کہا:

(لاتدركه الأبصار وهو يدرك الأبصار) [23]

نگاہیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کرسکتا ہے)۔حضرت مسروق نے حضرت عائشہ سے کہا: کیا اللہ نے نہیں فرمایا ہے: (ولقد رآہ باالأفق المبین[24]۔بیشک انہوں نے اس (فرشتہ) کو کھلے کنارے پر دیکھا ہے۔

ولقد رآه نزلةأخرى[25]۔

اور انہوں نے اس کو ایک اور بار بھی دیکھا ہے۔حضرت عائشہ رض نے جواب میں کہا: ان آیات کا مصداق حضرت جبریل ہے، مطلب رسول علیہ السلام نے سفر معراج پر جبریل کو دیکھا تھا اللہ تعالی کو نہیں۔پھر مسروق کو کہا: کیا تم نے قرآن کی یہ آیت نہیں سنی ہے :

(لاتدركه الأبصار وهو يدرك الأبصار)۔

پھر وہ خاموش ہوگیا۔

3۔ولد زنا والی روایت پر تنقید

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی مہربانؐ نے فرمایا: زنازادہ تینوں میں سب سے براہے)[26]. (حضرت عائشہؓ کو جب یہ خبر پہنچی کہ ابوہریرہؓ نے ولد زنا کے بارے میں اس طرح حدیث بیان کیا ہے تو اس نے فرمایا: اللہ ابوہریرہؓ کے حال پر رحم فرمائے،انہوں نے حدیث کو اچھی طرح نہیں سمجھا تو جواب بھی ٹیک نہیں دیا، یہ حدیث اس طرح نہیں ہے جس طرح اس کو ابوہریرہؓ پیش کرتا ہے،اصل واقعہ یہ ہے کہ ایک منافق تھا جو رسول اکرم ﷺ کو تکلیف پہنچایا کرتا تھا آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ فلان آدمی (کو راستہ سے ہٹانے میں) مجھے کون حق بجانب سمجھے گا۔کہا گیا اے اللہ کے نبیؐ: ایذاء رسانی کے ساتھ ساتھ وہ ولد

زنا بھی ہے، تو اس وقت نبی آخر الزمانؐ نے فرمایا: وہ تینوں میں سب سے برا ہے، پھر حضرت عائشہؓ نے اس آیت تلاوت کی:

(ولاتزروازرة وزر أخرى [27])

کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا، اور دوسری روایت میں ہے کہ اس ولد زنا پر اپنے والدین کے سزا اور بوجھ اٹھانے کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے، کیونکہ وہ اس معاملہ میں بلکل بے قصور ہے) [28].(

حضرت عائشہؓ نے ابوہریرہؓ والی روایت پر تنقید کی اور دلیل میں قرآن پیش کیا اور اس طرح حدیث بھی پیش کی اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ابوہریرہؓ کو فہم حدیث میں غلط فہمی واقع ہوئی ہے اور وہ اس طرح کہ ولد زنا والی روایت عام افراد سے متعلق نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق ایک خاص فرد سے تھا جو رسول اکرم ﷺ کو تکلیف پہنچانے میں مصروف تھے۔

4۔ مطلقہ عورت کے لئے خرچ خوراک رہائش کا حق

ابو اسحٰق کہتے ہے کہ میں اسود بن یزید اور شعبیؒ کے ساتھ بڑی مسجد میں تشریف رکھتے تھے، وہاں انہوں نے شعبیؒ نے بنت قیسؓ والی حدیث روایت کی کہ رسول اللہؐ نے اس کے لئے نہ رہائش مقرر کی اور نہ خرچہ، پھر اسود نے کنکریوں کی ہتھیلی بھر لی اور انہیں شعبی کو مارا تو اس نے کہا بربادی ہو، تم اس جیسی احادیث بیان کرتے ہو، جبکہ حضرت عمرؓ نے کہا ہم اللہ کی کتاب اور ہمارے پیغمبر ﷺ کی سنت کو ایک عورت کے بیان کی وجہ سے نہیں چھوڑتے، ہم نہیں جانتے کہ اس نے شاید یاد رکھا ہے یا بھول گئی، اس کے لئے رہائش اور خرچہ ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

(لاتخرجوهن من بيوتهن ولايخرجن الا ان ياتين بفاحشة مبينة۔[29])

یعنی انہیں ان کے مکانوں سے باہر نہ نکالیں اور نہ وہ از خود نکلیں یہاں تک کہ وہ علی الاعلان بے حیائی کی مرتکب ہو[30]۔ حضر عمرؓ نے فاطمہ بنت قیس والی روایت پر تنقید اس لئے کی کہ وہ قرآنی آیت سے متصادم تھی، قرآن نے مطلقہ عورت کو خرچ خوراک، رہائش کا حق دیا ہے جبکہ فاطمہ بنت قیس والی روایت اس کی نفی کرتی ہے۔

دوسرا معیار: حدیث کو حدیث پر پیش کرنا۔

احادیث کبھی آپس میں بظاہر متعارض نظر آتے ہیں، ایک ہی مسئلہ میں دو قسم کے احادیث نظر آتے ہیں، آب تو نہ دونوں کو مسترد کیا جاسکتا ہے اور نہ یہ ہوسکتا ہے کہ دونوں بیک وقت قابل عمل ہو، اسی طرح حالات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسئلہ میں جو متعارض حدیث ہے اس کے متن پر تنقید کے لئے درج ذیل معیارات استعمال کئے۔

1۔ صاحب اختصاص (سپیشلسٹ) کی طرف رجوع۔

کچھ مسائل ایسے ہوتے تھے جن کا صحیح ادراک صحابہ کو نہ ہوتا تھا کیونکہ ان مسائل کا زیادہ تعلق کاشانہ نبوی ﷺ سے ہوتا تھا اور ان کا صحیح علم ازواج مطہرات کے پاس ہوتا تھا اس لئے صحابہ کرام ایسے حالات میں ان ہی کی طرف رجوع فرماتے تھے اور ازواج مطہرات مسئلے سے متعلق جوابات دیتے تھیں، ان کے جواب سے تشنگیاں دور ہوتی تھیں اور احادیث کے باہمی تعارض بھی ختم ہو جاتا تھا۔ مثالیں درج ذیل ہیں۔

1۔ روزہ دار کا حالت جنابت میں روزہ رکھنا۔

ابو بکر بن عبدالرحمٰن کا کہنا ہے کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہتے ہوئے سنا ہے: (جس پر ایسی حالت میں صبح ہوا

کہ وہ جنب تھا تو وہ روزہ نہ رکھے) ابو بکر کہتا ہے کہ میں نے اس کا تذکرہ عبد الرحمٰن بن حارث سے کیا اس نے اس سے انکار کیا، ابو بکر کہتا ہے کہ میں اور عبدالرحمٰن حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنھما کی خدمت میں حاضر ہوئے، عبدالرحمٰن نے ان دونوں سے اس بارے میں استفسار کیا تو انہوں نے فرمایا کہ: نبی ﷺ احتلام کے بغیر جنبی ہونے کی حالت میں صبح کرتے پھر آپ ﷺ روزہ رکھتے، عبدالرحمٰن کہتا ہے کہ پھر ہم مروان کے حکم پر حضرت ابوہریرہ کے پاس آئے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے، حضرت عبد الرحمٰن نے حضرت ابوہریرہ سے یہ سارا کچھ ذکر کیا حضرت ابوہریرہ نے فرمایا: کیا ان دونوں نے تجھ سے یہ فرمایا ہے؟ حضرت عبد الرحمٰن نے کہا کہ ہاں۔ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا کہ وہ دونوں اس مسئلہ کو زیادہ جانتی ہے، پھر حضرت ابوہریرہ نے اس قول کی تردید کی اور فرمایا کہ میں نے یہ فضل بن عباس سے سنا تھا اور نبی علیہ السلام سے نہیں، راوی کہتے ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا(31)۔ اس مثال میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے قول کو محض اس بنیاد پر چھوڑا کہ اس کے مقابل میں ازواج مطہرات کی حدیث آئی اور یہ دونوں وہ شخصیات ہیں جن کا تعلق نبی علیہ السلام کے گھریلو معاملات سے بنسبت دوسروں کے بہت زیادہ ہے اور اسی معاملہ میں دوسروں سے اعلم بھی ہیں، اس لئے حدیث ابوہریرہ رضی اللہ کی روایت پر عمل نہیں ہوا۔

2۔ جماع بغیر انزال والی روایت۔

عبید بن رفاعہ انصاری کہتے ہیں کہ ہم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے ہم نے انزال سے غسل کے سلسلہ میں باہمی مذاکرہ کیا تو زید بن ثابت کہنے لگے جب تم میں سے کوئی جماع کرے اور اسے انزال نہ ہو تو وہ اپنی شرمگاہ دھولے اور نماز کے لئے جس طرح وضو کیا جاتا ہے اسی طرح وضو کرے۔ اہل مجلس کا ایک شخص اٹھ کر حضرت عمر رضی اللہ کے پاس آیا اور ان کو اس کی اطلاع دی حضرت عمر نے اسی آدمی کو کہا تم بذات خود جاؤ اور ان کو میرے پاس لے آؤ تا کہ بذات خود تو ان پر گواہ بن جائے وہ جا کر زید بن ثابتؓ کو لے آیا اس وقت عمرؓ کے پاس اصحاب رسول ﷺ میں حضرت علیؓ اور معاذ بن جبلؓ بیٹھے تھے۔ حضرت عمرؓ کہنے لگے تو اپنی جان کا دشمن ہے تو لوگوں کو یہ فتوی دیتا ہے؟ زیدؓ کہنے لگے اللہ کی قسم میں نے اس کو خود نہیں گھڑا بلکہ اپنے دونوں چچا رفاعہ بن رافعؓ اور ابوایوب انصاریؓ سے سنا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے قریب اصحاب رسول ﷺ سے استفسار فرمایا تم کیا کہتے ہو کہ تم کیا کہتے ہو انہوں نے اس سلسلہ میں اختلاف کیا تو حضرت عمرؓ فرمانے لگے۔ اے اللہ کے بندو! تم ہی اہل بدر ہو میں تمہارے علاوہ اور کس سے سوال کرو؟ تو اس پر حضرت علیؓ نے رائے دی کہ ازواج النبی ﷺ سے دریافت کریں اگر ان کے پاس اس سلسلہ میں کوئی چیز ہو گی تو آپ پر ظاہر ہو جائے گی حضرت عمرؓ نے حضرت حفصہؓ کی طرف پیغام بھیجا انہوں نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا پھر حضرت عائشہؓ کے ہاں پیغام بھیجا تو انہوں نے کہا (اذا جاوز الختان الختان فقد وجب ا لغسل) کہ ختان کے مل جانے سے غسل واجب ہو جاتا ہے اس وقت حضرت عمرؓ نے فرمایا اب میں جس کسی کے متعلق سنو گا کہ اس نے ایسا کیا مگر غسل نہیں کیا تو اس کو سخت سزا دے کر دوسروں کے لئے عبرت کا نمونہ بنا دوں گا(32)۔ اس مثال میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے قول کو اس لئے ترجیح دی گئی کہ اس معاملے کا بھی خاصہ تعلق نبوی ﷺ کے گھرانے سے تھا اور گھر کے افراد ہی اس کو بہتر سمجھ سکتے تھے اس لئے حضرت عمرؓ نے تو سوموٹو ایکشن لیا کہ آئندہ کے لئے کوئی اس کی مخالفت نہ کرے ورنہ سزا ہو گی۔

3۔ عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہؓ کو یہ خبر پہنچی کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص عورتوں کو غسل کے وقت

سروں کو کھولنے کا حکم دیتے ہے تو اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ابن عمرو کے لے تعجب ہے کہ وہ عورتوں کو غسل کے وقت اپنے سروں کو کھولنے کا حکم دیتے ہے اور ان کو سروں کے منڈانے کا حکم کیوں نہیں کر دیتے حالانکہ میں اور رسول ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کرتے اور میں اپنے سر پر تین چلو پانی ڈالنے سے زیادہ کچھ بھی نہیں کرتی تھی(33)۔

حضرت عائشہؓ اس مسئلے کو ابن عمروؓ سے زیادہ جاننے والی ہے اس لئے کہ اس کا تعلق حضرت عائشہؓ ہی سے زیادہ ہے کیونکہ حضرت عائشہؓ نے اسے نبی ﷺ کے سامنے کیا اور ظاہر ہے کوئی بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو غلط کام پر برقرار نہیں رکھ سکتا۔ حضرت عائشہؓ کی تائید حضرت ام سلمہؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے وہ کہتے ہے: میں نے عرض کیا یا رسول ﷺ میں اپنی سر پر سختی کے ساتھ مینڈھیاں باندھتی ہوں کیا میں ان کو غسل جنابت کے لئے کھولوں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا نہیں تیرے لئے تین چلو بھر کر اپنے سر پر ڈال لینا کافی ہے پھر اپنے پورے بدن پر پانی بہانے سے تو پاک ہو جائے گی(34)۔

2۔ کسی ایک حدیث کی دوسری روایت سے تقویت۔

جب بھی احادیث میں اختلاف پایا جاتا تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ دیکھتے تھے کہ وہ روایت کونسی ہے جس کی تقویت دوسری روایت سے ہوتی ہے ایسی حالات میں وہ ان حدیث کو چھوڑتے تھے جس کو تقویت کسی دوسری روایت سے نہیں ملتی تھی۔ مثالیں ملاحظہ ہو۔

1۔ ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ وہ اور حضرت ابن عباسؓ حضرت ابوہریرہؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ان لوگوں نے ایک ایسے شخص کا مسئلہ چھیڑ دیا جو فوت ہو جائے اور اس کی وفات کے کچھ دن بعد بچے کی پیدائش ہو جائے حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا بیوگی اور حمل میں سے جو مدت زیادہ ہو گی وہ اس کی عدت ہو گی۔ ابوسلمہ بولے جیسے ہی وہ بچے کو جنم دے گی اس کی عدت ختم ہو جائے گی یہ دونوں صاحبان اس مسئلے پر الجھ پڑے حضرت ابوہریرہؓ بولے: میں اپنے بھتیجے کے ساتھ ہوں یعنی ابوسلمہ کی تائید کرتا ہوں۔ ان حضرات نے حضرت ابن عباسؓ کے غلام کریب کو سیدہ ام سلمہؓ کے پاس یہ مسئلہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا تو سیدہ ام سلمہؓ نے یہ بات بتائی کہ سبیعہ بنت حارث اسلمیہ کے شوہر فوت ہوگئے ان کی وفات کے کچھ دن بعد ان کے ہاں بچے کی پیدائش ہوگئی تو بنو عبد الدار سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب جن کی کنیت ابوسنابل تھی نے نکاح کا پیغام بھجوایا اور اسے یہ بتایا کہ تمہاری عدت ختم ہو چکی ہے اس عورت نے یہ ارادہ ظاہر کیا کہ وہ کسی اور سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو ابوسنابل نے اس سے کہا کہ تمہاری عدت ابھی ختم نہیں ہوئی سبیعہ نامی خاتون نے اس بات کا ذکر نبی اکرم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے اسے اجازت دی کہ وہ شادی کر سکتی ہے(35)۔

اس قصہ میں جو واقعہ سبیعہ اسلمیہ کو پیش آئی اس کی تائید ابوسلمہؓ اور ابوہریرہؓ کے اقوال سے ہوئی۔

2۔ ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے، کہتا ہے کہ میں انصار کی ایک مجلس میں تھا کہ ابوموسیٰؓ تشریف لائے جیسے گھبرائے ہوئے ہوں۔ انہوں نے کہا کہ میں عمرؓ کے یہاں تین مرتبہ اندر آنے کی اجازت چاہی لیکن مجھے کوئی جواب نہیں ملا اس لئے واپس چلا آیا (حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا) تو انہوں نے دریافت کیا کہ اندر آنے میں کیا مانع تھی؟ ابوموسیٰؓ کہتا ہے: میں نے کہا کہ میں نے تین مرتبہ اندر آنے کی اجازت مانگی اور جب مجھے کوئی جواب نہیں ملا تو واپس چلا گیا اور رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ: جب تم میں سے کوئی کسی سے تین مرتبہ اجازت چاہے اور اجازت نہ ملے تو واپس چلا جانا چاہئے حضرت عمرؓ نے کہا واللہ! تمہیں اس حدیث کی

صحت کے لئے کوئی گواہ لانا ہوگا۔ (ابو موسیٰؓ نے مجلس والوں سے پوچھا) کیا تم میں کوئی ایسا ہے جس نے آنحضرت رسول ﷺ سے یہ حدیث سنی ہو؟ابی بن کعبؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! تمہارے ساتھ (اس کی گواہی دینے کو سوا) جماعت میں سب سے کم عمر شخص کے کوئی اور نہیں کھڑا ہوگا۔ابوسعیدؓ نے کہااور میں ہی جماعت کا وہ سب سے کم عمر آدمی تھا میں ان کے ساتھ کھڑا ہوگیااور حضرت عمرؓ سے کہا کہ واقعی نبی اکرم ﷺ نے ایسا فرمایا ہے(36)۔اس مثال میں ہم دیکھتے ہیں کہ ابو موسیٰؓ کی تائید حضرت ابوسعید خدریؓ نے کی جس سے حضرت عمرؓ کو جو شک در پیش ہوا تھا وہ اس سے دور ہوااور یہ ایک فطری امر ہے کہ انسان کا اعتماد اس چیز پر زیادہ ہوتا ہے جس کو بہت زیادہ لوگ نقل کرتے ہو بنسبت اس چیز کی جس کے نقل کرنے والے کم ہو۔

3۔ حضرت عامر بن سعدؓ سے روایت ہے کہ وہ ابن عمرؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ صاحب المقصورہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور کہا اے ابن عمر رضی اللہ عنہ ! کیا آپ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سنی ہے ؟ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جو جنازے کے ساتھ اس کے گھر سے چلا اور جنازہ ادا کیا پھر اس کے پیچھے دفن تک چلا تو اس کے لئے ثواب کے دو قیراط ہوں گے اور ہر قیراط احد کی مثل ہوں گے اور جس نے جنازہ ادا کیا پھر واپس آگیا تو اس احد کی مثل ثواب ہوگا۔ابن عمر رضی اللہ عنہ نے خباب رضی اللہ عنہ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا کہ ان سے حضرت ابوہریرہؓ کے اس قول کے بارے میں پوچھیں پھر واپس آکر ان کو خبر دیں کہ سیدہ عائشہؓ نے کیا فرمایا ؟ قاصد واپس آگئے کہا کہ عائشہؓ نے فرمایا ہے کہ ابوہریرہؓ نے سچ کہا ہے تو ابن عمرؓ نے اپنے ہاتھ کی کنکریوں کو زمین پر مارا اور پھر فرمایا ہم نے بہت سے قیراطوں کا نقصان کیا(37)۔

تیسرا معیار: عقلی نظر بطور منہج۔

صحابہ کرامؓ نے عقلی فکر کو بھی بطور معیار متن حدیث کے نقد کے لئے استعمال کیا ہے ان کے نزدیک یہ کوئی مستقل معیار نہیں تھا بلکہ کبھی کبھار صحابہ کرامؓ نے اس کو بعض مسائل میں استعمال کیا ہے۔ عقلی نظر کو جب کوئی اور دلیل نقلی سے تقویت ملتا تو اس وقت عقلی نظر کو استعمال کرتا تھا، مطلب اس عقلی فکر کو ایک نقلی دلیل سے مدد حاصل ہوتا تو اس لئے صحابہ کرامؓ کچھ آثار کے رد میں عقل کو بروئے کار لاتے تھے۔

اس کا مطلب نعوذ باللہ ہر گز یہ نہیں ہے کہ صحابہ کرام حدیث رسول ﷺ کو عقل کی ترازو میں ناپتے تھے اگر ان کے عقل مانتے تو قبول کرتے ورنہ مسترد کرتے، حاشا وکلا حاشا وکلا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان اقدس اور ان کی تاریخ سے تو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ وہ حب رسول ﷺ اور ان کی اطاعت میں اپنی جان ،مال،اولاد،والدین، عزیز و اقرباء اور اپنی تمام خواہشات کو قربان کرنے کے لئے ہمہ وقت چوکس اور ہائی الرٹ تھے۔ عقلی فکر کے استعمال کے چند مثالیں ملاحظہ ہو:۔

1۔آگ لگی چیز کے کھانے سے وضو کا ٹوٹ جانا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ سے فرمایا: (آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو واجب ہو جاتا ہے چاہے وہ پنیر کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو،ابن عباسؓ نے ابوہریرہؓ سے پوچھا کیا ہم تیل اور گرم پانی کے استعمال کے بعد بھی وضو کیا کریں ابوہریرہؓ نے فرمایا: بھتیجے جب نبی ﷺ سے منقول حدیث سنو تو اس کے لئے مثالیں نہ دو(38)۔یہاں پر حضرت ابن عباسؓ نے ابوہریرہؓ کی اس روایت پر تنقید کی لیکن یہ محض عقلی نظر نہیں ہے بلکہ ابن عباسؓ کا سہارا اور تائید ایک اور روایت ہے جس کو امام مسلم نے حضرت میمونہؓ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کے پاس بکری کا شانہ کھایا پھر وضو کئے بغیر نماز ادا

فرمائی[39]۔

2۔میت کے اٹھانے سے وضو کا ٹوٹ جانا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: جس نے میت کو غسل دیا وہ غسل کرے اور جس نے میت کو اٹھایا وہ وضو کرے۔ حضرت عائشہؓ کو یہ خبر پہنچی تو اس نے کہا: کیا مسلمانوں کے مردہ گندے ہیں؟اور کیا ہوا اگر آدمی کوئی لکڑی اٹھائے؟[40]

یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ اس حدیث پر حضرت عائشہؓ نے اس لئے تنقید کی کہ حضرت عائشہؓ نے ایک حدیث کا سہارا لیا ہے۔ابو وائل حضرت حذیفہؓ سے روایت کرتا ہے کہ حذیفہؓ حضرت رسول اللہ ﷺ سے اس حال میں ملے کہ وہ جنبی تھا وہ آپ ﷺ کے پاس سے علیحدہ ہوگئے اور غسل کر کے واپس آئے اور عرض کیا کہ میں جنبی تھا آپ ﷺ نے فرمایا: بیشک مسلمان نجس نہیں ہوتا[41]۔ حضرت ابن عباسؓ بھی کہتے تھے: خشک لکڑے اٹھانے سے ہم پر کوئی وضولازم نہیں آتا[42] اس مثال سے یہ بات بخوبی معلوم ہوئی کہ تنقید صرف اور محض عقلی نہیں ہے بلکہ اس عقلی تنقید کے لئے مؤید ایک نقلی دلیل بھی ہے جس کے بل بوتے پر عائشہؓ نے ابوہریرہؓ والی روایت پر عقلی نظر سے تنقید کی۔صحابہ کرامؓ نے زندگیاں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ گزاری،ان سے زندگی کے متعلق اکثر احکامات سیکھ لیئے،جب ان کو کوئی ناآشنا خبر جس کو انہوں نے پہلے نہیں سنی تھی پہنچتی تو وہ ان کو اس طرح بے چون وچرا قبول نہ کرتے بلکہ وہ ان میں سوچ وبچار کرتے اور اس میں عقل وفکر کے استعمال سے کام لیتے اور اس قسم کے خبر پر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کردہ سابقہ احکام کی روشنی میں تنقید کرتے۔

نتائج البحث:

اس بحث کے اختتام پر ضروری ہے کہ اس مختصر مقالے کے چند چیدہ چیدہ نتائج کو بیان کی جائے،پس چند اہم نتائج یہ ہیں۔

1. صحابہ کرامؓ حصول علم کے بہت دلدادہ تھے اور وہ اس راستے میں ہر قسم صعوبتیں برداشت کرنے کے لئے تیار تھے۔
2. روایت حدیث میں صحابہ کرامؓ نے حد درجہ احتیاط برتا ہے کیونکہ وہ حدیث میں تعمد کذب کی سزا سے خوب باخبر تھے۔
3. صحابہ کرامؓ کبھی مفہوم حدیث بیان کرنے میں خطا بھی ہوتے،کبھی بھول چوک ہو جاتا اس لئے دوسرے صحابہ کرامؓ تنقید کر کے اس کی اصلاح کرتے۔
4. کبھی وہ شان ورود حدیث (پس منظر) سے بے خبر ہوتے،اس حال میں وہ حدیث کا مفہوم کچھ اس طرح بیان کرتے کہ وہ یا تو قرآن سے یا دوسرے احادیث سے متصادم ہوتا۔پس اس وقت متن حدیث پر تنقید کی ضرورت پڑ جاتی تاکہ صحیح معنی متعین ہو سکے۔
5. صحابہ کرامؓ نے نقد متون حدیث کے لئے مختلف معیارات استعمال کئے،جو کچھ اس طرح تھیں۔

1۔حدیث کو قرآن پر پیش کیا،اگر اس سے مخالف پایا تو اسے رد کر دیا،اور حدیث کو راوی کی خطا یا نسیان پر محمول کیا۔

2۔حدیث کو دوسرے احادیث پر پیش کیا تاکہ حدیث کا صحیح مدلول معلوم ہو سکے۔اسی خاطر انہوں نے منہج اختیار کیا

1۔صاحب اختصاص کی طرف رجوع،جو واقعہ کا سپیشلسٹ تھااور جن کو صحیح ادراک تھاتواس کی طرف رجوع کیا گیا۔

2۔اس حدیث کو ترجیح اور فوقیت ملی جن کی موافقت میں دوسرے احادیث موجود تھیں۔

6. صحابہ کرامؓ نے نقد متون حدیث کے لئے عقلی انداز فکر اور تدبر کو بھی استعمال کیا،وہ احادیث جو مفہوم کے لحاظ سے عقل کے مخالف تھیں ان کے متون کو بھی قبول نہیں کے گئے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی وحوالہ جات

(1) ابن فارس،ابوالحسین احمد، معجم مقاییس اللغۃ، تحقیق: عبدالسلام محمد ہارون، طبع دارالفکر بیروت 1399ھ۔467/5۔

(2) الإمام البخاری، الجامع الصحیح، الجامع الصحیح، طبع مکتبۃ دار السلام بالریاض، الطبعۃ الثانیۃ 1419ھ۔ کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر ص 714رقم 4203.

(3) مرتضی الزبیدی،ابوالفیض محمد بن محمد، تاج العروس، تحقیق: عبدالستار احمد طبع لجنۃ فہبیۃ لوزارۃ الاعلام، کویت 1391ھ۔23/9-

(4) الإمام البخاری، الجامع الصحیح، الجامع الصحیح، طبع مکتبۃ دار السلام بالریاض، الطبعۃ الثانیۃ 1419ھ۔ کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر ص 714رقم 4203.

(5) ابن حجر، علی بن احمد، نزھۃ النظر، طبع مطبعۃ السفیر بالریاض،الطبعۃ الاولی،130/1۔ مناوی،عبدالرووف،الیواقیت والدرر، طبع مکتبۃ الرشد ریاض 1999م،175/2۔

(6) شفیق وینغرا، نقد متن الحدیث، تاریخۃ ومقاییسہ، طبع جامعہ دارالہدی الاسلامیہ کیرالاہند،2018، صفحہ 24۔

(7) الترمذی، محمد بن عیسی بن سورہ، سنن الترمذی، کتاب العلم، باب الحث علی تبلیغ السماع، رقم 5،34/2658۔اس کو امام ابن ماجہ نے حضرت زید بن ثابت سے اور امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام طحاوی نے مشکل الآثار میں حضرت جبیر بن مطعم کی روایت سے اور طبرانی نے انس بن مالکؓ کی روایت ہے (سنن ابن ماجہ، طبع دار الفکر بیروت، رقم 1،84/230۔ مسند احمد، طبع مؤسسۃ القرطبہ،80/4۔ شرح معانی الآثار، طبع مؤسسۃ الرسالہ بیروت 4،282/1994۔المعجم الاوسط، طبع دارالحرمین قاھرہ،1415ھ،170/9۔

(8) امام بخاری،الجامع الصحیح،کتاب العلم، باب تحریض النبی ﷺ وفد عبدالقیس، طبع دارابن کثیر بیروت طبع سوم رقم 1،45/87۔

(9) سابقہ مصدر،کتاب العلم، باب التناوب فی العلم، رقم 1،46/89.

(10) امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب المذی، طبع دارالجیل بیروت رقم حدیث 721،169/1۔

(11) 11۔ مصدر مذکور، کتاب الاذان، باب لیئذن فی السفر مؤذن واحد، رقم حدیث 1،226/602۔

(12) امام بخاری،الجامع الصحیح،کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب تعلیم النبی امتہ من الرجال والنساء رقم 6880۔

(13) بخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم 52/108،1۔.

(14) مصدر مذکور، کتاب الخصومات، باب کلام الخصوم بعضھم فی بعض، رقم 851/2287،2۔.

(15) امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب الخصومات، باب الخوارج شر الخلق والخلیقۃ، رقم 116/2518،3۔

(16) بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب ماجاء فی اجتھاد قضاء اللہ بماانزل، رقم 2668/6887،6۔

(17) مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، طبع دار الجیل بیروت رقم حدیث 2191-2193-3-43۔

(18)۔ سورت انعام آیت 164۔

(19) صحیح مسلم، رقم حدیث 191-43/2193،3.

(20) مصدر مذکور، رقم حدیث 44/2199،3۔ .

(21) الزرکشی، محمد بن بھادر، الاجابۃ لمااستدرکتہ عائشہ علی الصحابہ، طبع اول المکتب الاسلامی بیروت 95/1939،1۔ امام حاکم نے بھی ان آثار کو نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ اخبار صحیح ہیں۔ الامام الحاکم، المستدرک، دار الکتب العلمیہ بیروت طبع اول 1990۔1۔134۔

(22) امام بخاری، الجامع الصحیح، طبع دار ابن کثیر بیروت طبع سوم 1987، رقم حدیث 3062-3-1181

(23) امام بخاری، الجامع الصحیح، طبع دار ابن کثیر بیروت طبع سوم 1987، رقم حدیث 3062-3-1181۔

(24) سورت انعام، آیت 103۔۔

(25) سورت تکویر، آیت 23۔

(26) سورت نجم، آیت 13۔

(27) سورت الانعام، آیت 164۔

(28) ابوداود، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داود السجستانی، طبع اول، دار الرسالہ العالمیہ بیروت 2009ء۔6/93۔ امام احمد بن حنبل، مسند احمد، طبع مؤسسہ قرطبہ قاھرہ، محقق شعیب الارنوؤط نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔2/311۔

(29) امام حاکم، المستدرک علی الصحیحین 234/2، زرکشی، الاجابہ 118/1۔

(30) امام مسلم، صحیح مسلم کتاب الطلاق، باب المطلقۃ ثلاثا لانفقۃ لھا رقم حدیث 3783۔۔

(31) سورت الطلاق، آیت نمبر 1۔

(32) الزرکشی، الاجابہ 96/1۔

(33) امام مسلم، صحیح مسلم 137/3۔

(34) ابو جعفر الطحاوی، احمد بن محمد، شرح معانی الآثار طبع اول، دار الکتب العلمیہ بیروت، ،58/1۔ اس حدیث کو امام مسلم نے بھی اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے (صحیح مسلم رقم حدیث 186/812،1۔

(35) امام مسلم، صحیح مسلم، رقم حدیث 430/773،2۔

(36) مصدر سابق، رقم حدیث 427/770،2۔

(37) دارمی، عبد اللہ بن عبد الرحمٰن، طبع اول، دار الکتاب العربی 1407-2-219۔ کتاب کے محقق حسین سلیم اسد فرماتے ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

373۔ امام مسلم، صحیح مسلم کتاب الجنائز رقم حدیث 52/32238

(39) بخاری، الجامع الصحیح، رقم حدیث 2305/5891،5۔

(40) امام مسلم، صحیح مسلم کتاب الطہارہ، باب ترک الوضوء مما مستہ النار، رقم حدیث 1، 188/821۔

(41) الترمذی، ابوعیسی، محمد بن عیسی، سنن ترمذی، طبع دار احیاء التراث العربی، رقم حدیث 79، 114/1۔ محقق البانی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے (صحیح وضعیف سنن ترمذی 79/1)۔

(42) ترمذی، ابوعیسی محمد بن موسی، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ سنن ترمذی 318/3۔ ابوداود، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داود، طبع دار الفکر بیروت 218/2۔ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس کے گیارہ طرق ذکر کئے ہیں اور پھر کہا ہے کہ یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حدیث محفوظ ہے (تہذیب السنن شرح ابی داود، تحقیق ڈاکٹر اسماعیل بن مرحبا غازی، طبع اول مکتبۃ المعارف ریاض 2007ء۔ 1501/2)۔ معاصرین میں سے ناصر الدین البانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے (ارواء الغلیل، طبع دوم، المکتب الاسلامی بیروت 1985ء رقم حدیث 144۔ 173/1۔